غیر مسلموں کے نیک اعمال کی حقیقت

ثاقب اکبر*

آیا غیر مسلموں کے نیک اعمال مقبول بارگاہ الہٰی قرار پاتے ہیں یا نہیں؟اس بارے میں مثبت منفی دعوے موجود ہیں لیکن قرآن کا کسی کے عمل کو قبول کرنے کا معیار یہ ہے کہ: " جس نے خدا کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور اچھے کام بھی کرتا رہا تو اس کے لیے اس کے پروردگار کے پاس اس کا اجر ہے۔۔۔" (بقرہ: ۱۱۲)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ روح تسلیم کے ساتھ اگر حسن عمل انجام دیا جائے تو اللہ کی بارگاہ میں اجر کا استحقاق پیدا کر لیتا ہے۔ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ جب کوئی شخص ایک اچھا عمل کرتے ہوئے فقط دنیا میں اس کے اجر اور مفاد کو پیش نظر رکھتا ہے تو اسے آخرت میں کوئی اجر نہیں ملتا: " جو شخص دنیا کا طلبگار ہوتا ہے تو ہم جو چاہیں اسے دنیا میں ہی دے دیتے ہیں پھر آخرت میں ہم نے اس کے لیے جہنم قرار دی ہے۔۔۔" (بنی اسرائیل ۱۸ تا ۲۰) اسی طرح جو شخص کافر مقصر ہو یعنی جان بوجھ کر حق کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہو، ایسے شخص کے بارے میں تمام مسلمان متفق ہیں کہ اس کا کوئی عمل قابل قبول نہیں ہوگا۔ مسلمان حکماء جس چیز پر اتفاق کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو روح تسلیم سے عاری ہیں اور حق آشکار ہو جانے کے باوجود انکار اور " میں نہ مانوں" کی روش پر ڈٹے رہتے ہیں، وہی بخشش سے محروم رہیں گے۔ ہاں جو شخص قاصر ہے، یعنی حق کی تلاش میں نکلا ہوا ہے اور اس کے اندر روح تسلیم موجود ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں پیمانہ نجات و بخشش قلب سلیم ہی ہے: "البتہ فائدے میں وہی رہے گا جو اللہ کے حضور قلب سلیم لے کر حاضر ہوگا۔" (شعرائ: ۸۹)

یہاں ایک سوال یہ اٹھتا ہے کہ مومن اور قاصر کافر کے عمل میں جزا کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟ جواب یہ ہے کہ ان دونوں کے عمل خیر میں بہت بڑا فرق ہے۔ ایمان کی جو گہرائیاں آپ ﷺ کو تسلیم کرنے اور آپؐ کی اتباع سے پھوٹتی ہیں، یہ کسی غیر مسلم کو نصیب نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین پر ایمان کی گہرائی اور آپ کی شریعت کے مطابق عمل کا کمال اور اجر کافر کو کبھی حاصل نہیں ہو سکتا۔

موضوع کی اہمیت

عدل الٰہی کی بحث میں یہ موضوع بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے کہ غیر مسلموں کے اعمال خاص طور پر ان کے نیک اعمال کے بارے میں اسلام کی رائے کیا ہے۔ کیا ان کے نیک اعمال بھی مقبول بارگاہ الٰہی قرار پاتے ہیں اور ان کی قربت الٰہی کا باعث بنتے ہیں؟ یہ سوال اگرچہ قدیمی ہے لیکن عصر حاضر میں یہ بہت زیادہ اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ یہ سوال کئی پہلو رکھتا ہے ہم ذیل میں مختصر طور پر اس کے اہم پہلوئوں کا جائزہ لیں گے۔

مختلف نقطہ ہائے نظر

یہ بات پیش نظر رہے کہ مجموعی طور پر اس سوال کے متعدد جوابات ہیں۔ بعض لوگوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ چونکہ رب العالمین ہے وہ مسلم و غیر مسلم، موحد و مشرک، نیک و بد سب کے نیک اعمال کو قبول کرتا ہے اور سب کو اس کا اجر دے گا۔ دوسری طرف بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ جو لوگ ان کے دین سے تعلق رکھتے ہیں فقط وہی بخشش کے لائق ہیں بلکہ ایک دین کے ماننے والوں میں مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والوں کا بھی یہی حال ہے۔ ہر مسلک کے بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ انہی کے مسلک سے تعلق رکھنے والے لوگ بخشے جائیں گے۔ یہ بات کوئی آج کی نہیں ہے بلکہ قدیم زمانے سے مختلف ادیان کے ماننے والوں کا یہی نظریہ چلا آرہا ہے۔ قرآن حکیم نے یہود و نصاریٰ کے ایسے ہی دعوے نقل کیے ہیں مثلاً ایک مقام پر یہودیوں کی بات یوں نقل کی گئی ہے:

وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَۃً قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰہِ عَھْدًا فَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰہُ عَھْدَہٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ O بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَۃً وَّ اَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْٓئَتُہٗ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۔(

---

*۔ محقق، دانشور، شاعر/صدر نشین البصیرہ/اسلام آباد

(1

یعنی: ''اور انھوں نے کہا ہمیں بجز گنے چنے ایام کے آگ نہ چھوئے گی۔ کہو کیا اس سلسلے میں تم نے خدا سے کوئی وعدہ لیا ہے کہ جس کی خلاف ورزی خدا نہ کرے گا یا خدا کے بارے میں تم وہ بات کہہ رہے ہو جس کا تمھیں علم نہیں؟ یقیناً جو گناہ کمائے اور اس کی خطا اس کا احاطہ کر لے تو یقیناً وہ لوگ اہل جہنم ہیں اور ہمیشہ وہیں رہیں گے اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال انجام دیے تو وہ اہل جنت ہیں ہمیشہ وہیں رہیں گے۔''

ان آیات سے البتہ یہ ظاہر ضرور ہوتا ہے کہ یہودیوں کا خیال تھا کہ وہ اگر جہنم میں گئے بھی تو چند گنتی کے دنوں کے لیے بطور سزا جائیں گے بعدازاں انھیں جنت میں منتقل کر دیا جائے گا۔ ہم جانتے ہیں کہ بہت سے مسلمانوں میں بھی یہ نظریہ پایا جاتا ہے۔ اس نظریے کا جائزہ ہم آئندہ سطور میں لیں گے۔

ایک اور مقام پر یہود و نصاریٰ دونوں کا یہ زعم نقل کیا گیا ہے:

وَ قَالُوْا لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ کَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی تِلْكَ اَمَانِیُّهُمْ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ O بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ (2)

یعنی: ''یہودی کہتے ہیں کہ یہودیوں کے سوا اور عیسائی کہتے ہیں کہ عیسائیوں کے سوا کوئی اور جنت میں نہ جاسکے گا۔ یہ ان کی آرزوئیں ہیں۔ (اے رسولؐ) کہہ دو کہ اگر تم سچے ہو تو دلیل لاؤ۔ ہاں جس نے خدا کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور اچھے کام بھی کرتا رہا تو اس کے لیے اس کے پروردگار کے پاس اس کا اجر ہے اور ان پر نہ تو کسی قسم کا خوف ہے اور نہ ہی یہ غمگین ہوتے ہیں۔''

اصطلاحی طور پر مسلمان کہلانے والوں کا بھی یہی حال ہے۔ مسلمان اپنے نظریے کے اثبات کے لیے اس آیت سے بھی استفادہ کرتے ہیں:

وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ (3)

یعنی: ''اور جو بھی اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو تھامے گا تو اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔''

اس سے یہ مطلب بھی اخذ کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا پیروکار ہے تو وہ جو بھی نیک عمل کر لے اسے بارگاہ الٰہی میں پذیرائی حاصل نہیں ہوگی۔

آگے بڑھنے سے پہلے مندرجہ بالا آیات سے ہم چند نتائج اخذ کرتے ہیں:

۱۔ اپنے اپنے مکتب یا مسلک کے ماننے والوں کے لیے بخشش کا نظریہ کوئی نیا نہیں ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کسی خاص مسلک یا مکتب کے ماننے والوں کی بخشش کا وعدہ کرنے کے بجائے اپنی رضا اور بخشش کے اصول بیان کرتا ہے اور اپنی بخشش کا دعوی کرنے والوں کے نظریے کو رد کر دیتا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی قسم کا امتیازی سلوک روا نہیں ہے۔

۳۔ یہود و نصاریٰ کے بحیثیت یہود و نصاریٰ بخشش کے دعووں کو پروردگار قبول نہیں کرتا تاہم کسی یہودی یا نصرانی کی بخشش سے انکار بھی نہیں کرتا بلکہ یہ فرماتا ہے کہ:

بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ (4)

یعنی: '' ہاں جس نے خدا کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور اچھے کام بھی کرتا رہا تو اس کے لیے اس کے پروردگار کے پاس اس کا اجر ہے اور ان پر نہ تو کسی قسم کا خوف ہے اور نہ ہی یہ غمگین ہوتے ہیں۔''

ہمیں بعد میں ذکر کی گئی آیت کے حقیقی معنی کا تعین کرنے کے لیے اس آیت کو ملحوظ نظر رکھنا پڑے گا۔ ایک مقام پر یہ آیا ہے مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ یعنی: ''جو اللہ کے حضور پورے وجود کے ساتھ سر تسلیم خم کر دے اور دوسرے مقام پر آیا ہے کہ جو کوئی ''اسلام'' کے علاوہ کوئی اور دین لے کر آئے گا تو وہ

اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ گویا ایک مقام پر اثبات کے ذریعے سے بات بیان کی جارہی ہے اور دوسرے مقام پر نفی کے ذریعے وہی بات سمجھائی جارہی ہے۔

۴۔مذکورہ بالاآیات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ روح تسلیم کے ساتھ اگر حسن عمل انجام دیا جائے تو اللہ کی بارگاہ میں اجروجزاکا استحقاق پیدا کرلیتا ہے۔لہٰذاکوئی بھی نیک عمل ہو اپنی تاثیر رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی تاثیر کو ضائع نہیں کرتا۔البتہ اس کا اجر اس عمل کی حقیقت اور اخلاص پر عطا فرماتا ہے۔

نیک عمل اور ایمان کی تاثیر

بعض اوقات انسان خود اپنے عمل کی تاثیر کو مٹادیتا ہے۔جب کوئی شخص ایک اچھا عمل کرتے ہوئے دنیا میں اس کے اجر اور مفاد کو پیش نظر رکھتا ہے تو پھر آخرت میں اسے اس عمل کے اجر کی توقع بھی نہیں کرنا چاہیے۔جب اس نے وہ کام اللہ کے لیے کیا ہی نہیں تو پھر وہ اللہ سے اس کا اجر طلب کرنے کا حق دار نہیں ہے۔اللہ کے لیے عمل کرنے کا تصور بڑاآفاقی ہے گویا اس شخص نے اپنی ذات کے خول سے باہر نکل کر وہ کام اللہ کی مخلوق کی بہتری کے لیے انجام دیا ہے اور اس میں اس نے فقط اپنی انسانی فطرت کی آواز پر لبیک کہا ہے وہی فطرت جسے اللہ نے اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے تو وہ عمل اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوگا اور اس کا اجر اس شخص کے لیے محفوظ ہوگا اور وہ عمل کرنے والا انسان آخرت پر یقین رکھتا ہے تو یہ یقین اس کے حسن عمل میں اضافہ کردے گا اور اسے پائیدار بنادے گا۔

اس کا اجر اسے آخرت میں بھی ملے گا لیکن اگر کسی انسان نے کوئی کام اپنی ذات کے لیے نہیں کیا بلکہ اللہ کی مخلوق کی بہتری کے لیے انجام دیا ہے اس لیے اللہ اس کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔جو لوگ صرف دنیا طلبی کے لیے کوئی کام انجام دیتے ہیں ان کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے :

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَالَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا۔ (5)

یعنی:" جو شخص جلدی سے کوئی نتیجہ چاہتا ہے تو ہم جسے چاہیں اسے دنیا میں ہی جو چاہتے ہیں دے دیتے ہیں پھر آخرت میں ہم نے اس کے لیے جہنم قرار دی ہے جس کی گرمی وہ مذمت اور لعنت میں گرفتار ہونے کے عالم میں برداشت کرے گا۔"

یقیناً وہ شخص جس کے پیش نظر اللہ ہے، آخرت ہے اور حیات بعد از موت ہے وہ اپنے عمل کا نتیجہ جلدی نہیں چاہتا لیکن جو ان حقیقتوں پر ایمان نہیں رکھتا وہ اپنے کیے کا جلدی نتیجہ چاہتا ہے۔

قاصر اور مقصر

دینی معارف پر ایمان نہ رکھنے کی دو صورتیں ہیں۔پہلی صورت یہ ہے کہ اس شخص تک دین کا پیغام صحیح طریقے سے پہنچا ہی نہیں ہے جب تک یہ پیغام اس تک نہیں پہنچا ہم اسے قاصر کہیں گے۔دوسرا آدمی وہ ہے جس تک پیغام رسالت پہنچا ہے مگر اس نے قبول نہیں کیا، وہ مقصر ہے۔ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر اس بات پر متفق ہیں کہ مقصر کا کوئی عمل قابل قبول نہیں کیونکہ وہ جان بوجھ کر حق کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ پھر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے وہ عمل اخلاص کے ساتھ انجام دیا ہے چنانچہ عمل کا اخروی اجر اسے اسی صورت میں ملے گا جب اس کے اندر خلوص ہوگا۔اس میں خلوص کا نہ ہونا اس بات سے ثابت ہے کہ اس پر حق کے ظاہر ہوچکنے کے باوجود اس نے اسے تسلیم نہیں کیا۔

اس لیے اس کا دعویٰ اخلاص ہو بھی تو جھوٹا ہے، جس کی وجہ سے اس کا وہ عمل خالص عمل قرار نہیں پائے گا اور اجر سے محروم رہے گا۔دوسرا وہ شخص جو قاصر ہے اس پر اسلام حقیقتاً آشکار ہی نہیں ہوا یا اس نے جو مسلمان دیکھے ان کے عمل پر وہ مطمئن نہیں ہے لیکن اندر سے حق کی تلاش رکھتا ہے۔وہ ایک ایسا شخص ہے جو حق کی تلاش میں نکلا ہے اور جوں جوں اس پر حق ظاہر ہوتا جاتا ہے وہ اسے قبول کرتا چلا جاتا ہے گویا اس کے اندر روح تسلیم موجود ہے جبکہ وہ مذکورہ شخص جس پر حق ظاہر ہوگیا مگر اس نے اپنی ہٹ دھرمی، جھوٹی انا اور بعض دیگر وجوہات کی بنا پر حق کو تسلیم نہیں کیا۔

گویا اس شخص کے اندر روح تسلیم موجود نہیں ہے اور روح تسلیم کا نہ ہونا بارگاہ خداوندی میں اس کے ظاہری نیک اعمال کی عدم قبولیت کا باعث بنتا ہے۔

سورہ بقرہ کی جن آیات کو اوپر بیان کیا گیا ہے اور جن میں یہ فرمایا گیا ہے کہ "وہ شخص جس نے اپنے رخ کو اللہ کے حضور جھکا دیا اور وہ نیکو کار بھی ہے" دراصل ایسے ہی انسان کے بارے میں ہے اگرچہ اصطلاحی طور پر وہ مسلمان نہیں ہوا لیکن وہ اپنے اندر روح تسلیم رکھتا ہے۔ اس کے نیک اعمال بارگاہ خداوندی میں قبول اور اجر وثواب کے مستحق ہوں گے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ چاہے کوئی ظاہری طور پر مسلمان ہو یا کافر، اللہ تعالیٰ کے ہاں پیمانہ نجات وبخشش قلب سلیم ہی ہے۔ جیسا کہ ایک اور مقام پر فرمایا گیا ہے:

اِلَّا مَنْ اَتَی اللہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ۔ (6)

یعنی: "البتہ فائدے میں وہی رہے گا جو اللہ کے حضور قلب سلیم لے کر حاضر ہوگا۔"

حبط اعمال

بعض نیک اعمال بعض خرابیوں اور گناہوں کی وجہ سے ضائع ہو جاتے ہیں۔ قرآن حکیم میں بعض لوگوں کے اعمال حبط ہو جانے کا ذکر آیا ہے۔ ہم چند ایک آیات کا یہاں ذکر کرتے ہیں:

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّھُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ O ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَرِھُوا مَآ اَنْزَلَ اللہُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَھُمْ (7)

یعنی: "اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے لیے ہلاکت ہے، اللہ ان کے اعمال غارت کردے گا یہ اس لیے کہ اللہ کی نازل کردہ چیز انھیں ناگوار گزری پس اللہ نے ان کے اعمال حبط کر لیے۔"

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (8)

یعنی: "اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ان سے اس طرح اونچی آواز سے بات کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارے اعمال حبط ہو جائیں اور تمھیں خبر بھی نہ ہو۔"

ان آیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کافروں کے اعمال بھی غارت ہو جائیں گے اور بعض مومنوں کے بھی اعمال حبط کے خطرے سے دوچار ہیں۔

کافر سے یہاں کیا مراد ہے اس پر تفصیلی گفتگو کرنے کی ضرورت ہے لیکن مسلمان حکماء جس چیز پر اتفاق کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو روح تسلیم سے عاری ہیں اور حق آشکار ہو جانے کے باوجود انکار اور "میں نہ مانوں" کی روش پر ڈٹے رہتے ہیں، وہی بخشش سے محروم رہیں گے۔ مندرجہ بالا سطور میں مقصر کا جو مفہوم ہم نے بیان کیا ہے وہ ایسے ہی کافروں پر صادق آتا ہے۔ علاوہ ازیں سورہ حجرات کی مندرجہ بالا آیت اس امر کی بھی نشاندہی کرتی ہے کہ انبیائے کرام جن کے سید و سردار آخری نبی ہیں، کی بے ادبی بھی اعمال کے ضائع ہو جانے کا باعث بنتی ہے۔ بعض دیگر اعمال بھی ایسے ہیں کہ جن کی انجام دہی اللہ کی قربت اور بخشش سے محرومیت کا باعث بنتی ہے مگر یہ کہ انسان متوجہ ہو اور اللہ کی طرف لوٹ آئے، توبہ اور انابت کا راستہ اختیار کرے۔ ہم یہاں پر ایک اور آیۃ کریمہ کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتے ہیں:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی۔ (9)

یعنی: "اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور اذیت پہنچا کر باطل نہ کرو۔"

لہٰذا فقط اسلام کا دعویٰ اور ظاہری طور پر مسلمان ہونا اور ظاہری طور پر عبادات کا انجام دینا ہی کافی نہیں ہے۔ اس سلسلے میں چند ایک احادیث کا بھی ذکر مفید معلوم ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں حسد کو نیک اعمال کے ضائع ہونے کا سبب گردانا گیا ہے:

الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب۔۔۔(10)

یعنی: ''حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ خشک لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔''

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا:

قال النبی لایدخل الجنة قاطع رحم۔(11)

اسی طرح غیبت (12)اور تہمت (13)ایسے جرائم ہیں جنھیں عام نظر سے معمولی سمجھا جاتا ہے مگر یہ وہ گناہان کبیرہ ہیں جو انسان کے کیے ہوئے نیک اعمال کو غارت کردیتے ہیں۔چغل خور کا بھی یہی حال ہے۔رسول اللہؐ سے ایک حدیث میں مروی ہے:

لایدخل الجنة نمام۔(14)

یعنی: '' چغل خور جنت میں نہیں جا سکتا۔''

مسلمان صرف اس خوش فہمی میں نہ رہیں کہ انھوں نے اسلام کو قبول کر لیا تو وہ سیدھا جنت میں ہی جائیں گے، ایسا ہر گز نہیں ہے۔قرآن میں جہاں ایمان کی بات ہوئی ہے وہاں ساتھ اعمال صالح کا بھی ذکر ہوا ہے اور اجر کا دار ومدار اعمال صالح ہی کو قرار دیا گیا ہے۔اسی طرح قتل مومن، مومن کی آبرو ریزی، دھوکا اور کسی کی کردار کشی یہ وہ اعمال قبیحہ ہیں جو جہنم کے شعلوں کو بھڑکا دیتے ہیں۔حدیث شریف میں آیا ہے:

مومن کا دوسرے مومن بھائی پر پہلا حق یہ ہے کہ وہ جو کچھ اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے مومن بھائی کے لیے پسند کرے۔(15)

ایک مشہور حدیث میں نبی کریمؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ مسلمان ہی نہیں جس کی زبان یا ہاتھ سے دوسرے مسلمان کو اذیت پہنچے:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده۔ (16)

ثابت ہوا کہ ایک مسلمان بظاہر مسلمان ہونے کے باوجود اور نیک اعمال کے باوجود گاہے ایسے برے اعمال کر بیٹھتا ہے جن کی وجہ سے اس کے کیے ہوئے نیک اعمال بھی ضائع ہو جاتے ہیں۔ریاکاری بھی انسان کے نیک اعمال کو ضائع کر دیتی ہے۔گاہے انسان راتوں کو جاگ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے لیکن پھر لوگوں کو بتا کر اسے ضائع کر بیٹھتا ہے۔گاہے انسان اپنے نیک اعمال پر فخر وغرور میں مبتلا ہو جاتا ہے،اس سے بھی انسان کے عمل ضائع ہو جاتے ہیں۔حضرت بابا بلھے شاہؒ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے:

راتیں جاگیں، کریں عبادت — راتیں جاگن کتے: تیتھوں اتے

بھونکن توں بند مول نہ ہند — جا روڑی تے ستے: تیتھوں اتے

خصم اپنے دا، در منہ چھڈدے — بھانویں وجن جتے: تیتھوں اتے

بلھے شاہ! کوئی رخت دیہاج لے — نہیں تے بازی لے گئے کتے تیتھوں اتے

یہ بات بلھے شاہ نے تکبر کو ختم کرنے کے لیے کہی ہے کہ تو رات کو جاگتا ہے اور اپنے رات کو جاگنے پر فخر کرتا ہے، رات کو تو کتے بھی جاگتے رہتے ہیں اور اپنے ہی مالک کا پہرہ دیتے رہتے ہیں۔انسان جب اپنے نیک کام پر فخر کرتا ہے تو اس کام کا اجر ضائع کر بیٹھتا ہے۔اسی طرح دیگر ایسے کام بھی ہیں جن کی وجہ سے آدمی کے نیک اعمال بھی اجر سے محروم ہو جاتے ہیں۔

یہاں ایک بات کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ کافر بھی دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ کافر جو خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، دوسرے وہ کافر جو خدا اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ہم اشارہ کر چکے ہیں کہ جب کوئی شخص اللہ اور روز آخرت پر ایمان ہی نہیں رکھتا، اللہ کو مانتا ہی نہیں تو پھر وہ اس سے آخرت میں اپنے اعمال کا صلہ کیسے مانگ سکتا ہے۔یہ جو روح تسلیم والی بات ہم نے کی ہے یہ ان کافروں کے بارے میں ہے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان تو رکھتے ہیں مگر ہمارے رسول اور دیگر بعض عقائد کو نہیں مانتے ان کے اندر اگر روح تسلیم موجود ہے اور وہ خالصتاً اللہ کی رضا کے لیے

عمل سرانجام دیتے ہیں تو ان کو ان کے نیک اعمال کا صلہ ضرور ملے گا یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اہل کتاب کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرنے کی دعوت دی ہے۔

ارشاد رب جلیل ہے:

قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ۔۔۔(17)

یعنی: " کہیے: اے اہل کتاب! آؤ اس ایک بات پر اکٹھے ہو جائیں جو ہمارے اور تمھارے درمیان مشترک ہے۔"

یہ دعوت اہل کتاب ہی کو دی گئی ہے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس طرح کی کوئی دعوت مشرکین کو نہیں دی گئی۔ اسی لیے مسلمانوں کا قرآن حکیم کی واضح دعوت اور توحید کے فلسفے کی ماہیت اور حقیقت کو جاننے کی بنا پر یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ مشرک جنت میں نہیں جائے گا۔ موحد اور توحید پرست کی بات الگ ہے۔ اس کے جنت میں جانے کے امکانات موجود ہیں یعنی ہم اس کے جنت میں جانے کی نفی نہیں کر سکتے۔ اس کے باقی اعمال کے بارے میں اللہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ البتہ مشرک کے بارے میں ہمارا عقیدہ بڑا واضح ہے کہ وہ ہر گز جنت میں نہیں جائے گا۔ بعید نہیں کہ مندرجہ ذیل آیت سے بھی یہی استفادہ کیا جاسکے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا وَ الصّٰبِئُوْنَ وَ النَّصٰرٰی مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔(18)

یعنی: " وہ لوگ جو ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہوئے (نیز) صابئین اور عیسائی جو بھی اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے اور عمل صالح انجام دے بس انھیں نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔"

دوسری طرف ہٹ دھرم کافروں کے اعمال کی حقیقت کو بھی قرآن حکیم میں بہت ہی عمدہ مثالوں سے بیان کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَعْمَالُھُمْ کَسَرَابٍ بِقِیْعَۃٍ یَّحْسَبُہُ الظَّمْاٰنُ مَآءً حَتّٰٓی اِذَا جَآءَہٗ لَمْ یَجِدْہُ شَیْئًا وَّ وَجَدَ اللّٰہَ عِنْدَہٗ فَوَفّٰہُ حِسَابَہٗ وَاللّٰہُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ O اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰہُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِہٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِہٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ بَعْضُھَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ یَدَہٗ لَمْ یَکَدْ یَرٰھَا وَ مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ۔(19)

یعنی: " اور صاحبان کفر کے اعمال ریگستان کے سراب کی مانند ہیں جنھیں پیاسا پانی سمجھتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس سراب کے پاس آتا ہے تو وہاں وہ کچھ نہیں پاتا اور وہاں خدا کو پاتا ہے جو اس کی پوری پوری حساب رسی کرتا ہے اور خدا بہت جلد حساب چکاتا ہے۔ یا گہرے سمندر کی تہ میں ظلمتوں کی مانند کہ جسے پے در پے موج اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔ اس پر ابر بھی ہے۔ اوپر نیچے ظلمتیں، عالم یہ ہے کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا۔ جس کے لیے خدا نور قرار نہ دے پھر اس کے لیے ہر گز کوئی نور نہیں۔"

مشرکین کا انجام

جیسا کہ مشرکین کے نیک اعمال کے بارے قرآن کی آیت ہم نے بیان کی ہے کہ ان کے نیک اعمال صرف اس وجہ سے حبط کر لیے جائیں گے کہ ان کا خدا اور روز آخرت پر یقین نہیں تھا۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ ان کے نیک اعمال کی تاثیر ہی ختم ہو جائے گی اور ان کا انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ اس سے مراد ہے کہ ان نیک اعمال کی پرواز ان سے سلب ہو جائے گی۔ کچھ نہ کچھ نتیجہ انھیں ملے گا۔ یہ بات بہر حال ذہن نشین رہنی چاہیے کہ مشرک چاہے جتنے بھی نیک اعمال انجام دیتا رہے جنت میں نہیں جاسکتا کیونکہ توحید کا مسئلہ بڑا اہم ہے۔ تمام انبیاء و مرسلین اسی مسئلے پر زور دیتے رہے ہیں اور اس کی تاکید فرماتے رہے ہیں کہ اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کرنا ہی نجات کا راستہ ہے۔ جیسا کہ رسول اللہؐ فرمایا کرتے تھے:

قولوا لا الہ الاّ اللہ تفلحوا۔(20)

یعنی: "کہو کے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور فلاح پا جاؤ۔"

قرآن حکیم میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کرنے والے کی ہر گز مغفرت نہیں فرمائے گا جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ (21)

یعنی: "یقیناً اللہ اس امر کی مغفرت نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے علاوہ جسے چاہے گا معاف کر دے گا۔"

یاد رکھیے کہ ذات احد سے انحراف اللہ کو ہر گز پسند نہیں ہے حتیٰ کہ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ سے کہا گیا کہ وہ اپنے چچا آزر کے لیے دعا مغفرت نہ کریں، اس کے مشرکانہ عقائد کی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ کی پرورش جیسے اعمال بھی حبط کر لیے گئے۔ یہ بات ہمارے ثابت شدہ عقائد میں سے ہے کہ مشرک کے لیے بخشش نہیں ہے، وہ جہنم ہی میں جائے گا۔ جیسے حاتم طائی کے بارے میں ہے کہ وہ بہت بڑا سخی تھا اور لوگوں کا خیر خواہ انسان تھا لیکن جنت اسے بھی میسر نہ آئی کیونکہ وہ اللہ کی وحدانیت پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کو جہنم کے کم تر درجے میں رکھا گیا۔ جہاں اگرچہ جہنم کا شدید عذاب موجود نہیں لیکن جنت والی نعمات بھی میسر نہیں۔ یہ بات ہمارے ذہن نشین رہنا چاہیے کہ جس طرح جنت کے درجے ہیں اسی طرح جہنم کے بھی درجے ہیں۔

ہر انسان کو عدل الٰہی کے تقاضوں کے تحت اس مقام میں رکھا جائے گا جس کا وہ اہل ہوگا۔ جنت کے اعلیٰ درجوں میں وہ جائیں گے جو اللہ کی وحدانیت، اس کے رسول کی رسالت اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوں گے اور اس کے احکامات کی پابندی روح تسلیم کے تحت کرتے ہوں گے۔ مسلمانوں میں سے بھی وہ لوگ جنت میں نہیں جائیں گے جو ظالم، باغی، اور توحید و رسالت کے عملاً منکر ہوں گے کیونکہ تسلیم سے مراد فقط زبانی اقرار نہیں ہے بلکہ خدا اور رسول کی اتباع اور احکامات شریعت کی صحیح طور پر بجاآوری ہے روح تسلیم عمل کو پرواز کی طاقت بخشتی ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کا منکر ہے اس کا عمل پرواز کی طاقت نہیں رکھتا۔ قرآن حکیم کی سورہ فاطر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ۔۔۔(22)

یعنی: "پاک کلمے اس کی طرف عروج کرتے ہیں اور نیک عمل اس کی طرف بلند ہوتے ہیں۔"

ظالم کا انجام

حقیقت یہ ہے کہ شرک ہی ظلم عظیم ہے لہٰذا مشرک کا انجام تو واضح ہے تاہم انسانیت پر ظلم کرنے والے لوگ اور دوسروں کے حقوق غصب کرنے والے ظالم ہی قرار پاتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ظالموں پر لعنت کی گئی ہے۔ احادیث میں بھی ظالموں کو برے انجام کی خبر دی گئی ہے۔ محمد بن مسلم کا کہنا ہے کہ میں نے امام باقرؑ کو فرماتے سنا:

جو بھی خدا کی عبادت کرے اور اس کی عبادت میں اپنے آپ کو زحمت میں ڈال دے اور خدا کے معین کردہ اپنے امام کو نہ مانے تو اس کا عمل غیر مقبول، وہ خود گمراہ اور سر گرداں ہے اور خداوند اس کے اعمال کو دشمن رکھتا ہے۔۔۔ اور اگر اس حال میں مر جائے تو اس کی موت اسلام پر نہیں بلکہ اس کی موت کفر و نفاق کی موت ہے۔ اے محمد بن مسلم! جان لو کہ ظلم کے بانی اور ان کے پیروکار دین خدا سے خارج ہیں، وہ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ ان کے انجام دیے ہوئے اعمال اس راکھ کی مانند ہیں جو ایک طوفانی روز تیز ہواؤں کا بازیچہ بن جائے کیونکہ یہ لوگ اپنی کمائی ہوئی کسی چیز کو نہ پا سکیں گے۔ یہی گہری گمراہی ہے۔ (23)

رسالت مآبؐ پر ایمان کا نتیجہ

خدا اور آخرت پر ایمان عمل کو پرواز عطا کرتا ہے اور ایمان انسان کے عمل میں گہرائی پیدا کرتا ہے کیونکہ ان حقائق پر ایمان رکھنے والا صرف کائنات کے ظواہر کو نہیں دیکھ رہا ہوتا بلکہ اس کے باطن پر بھی اس کی نظر ہوتی ہے اس لیے اس کے عمل میں قوت پرواز آجاتی ہے لیکن یہاں ایک سوال

اٹھتا ہے کہ اگر مومن و کافر یعنی وہ کافر جو اللہ اور روز آخرت پر یقین رکھتا ہے، دونوں روح تسلیم کے ساتھ عمل بجالائیں تو دونوں کے عمل میں جزا کے اعتبار سے کیا فرق ہوگا یا کیا دونوں کو ایک جیسا ہی اجر عطا ہوگا۔

ہم جواباً یہ کہیں گے کہ دونوں کے عمل خیر میں بہت بڑا فرق ہے۔ رسالت مآب کے آنے کی وجہ سے جو معارف اور حقائق منکشف ہوئے اور حسن عمل کے جو کامل طریقے آپؐ نے بتائے یا جو اخلاص و تسلیم کا درس آپؐ نے دیا اور جو عبادات کے خوبصورت طریقے آپؐ نے سمجھائے اور جو عبد و معبود کے درمیان رشتۂ عبودیت کو مضبوط بنانے والے معارف، احکام اور ارشادات آپؐ سے ظاہر ہوئے ان کا اپنا مقام ہے اور اس کی اپنی ایک اعلیٰ درجے کی تاثیر کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ آپؐ تمام سابقہ انبیاء کرام کی روحانی معراج بن کر تشریف لائے۔ آپؐ کے وجود سے معارف اپنے کمال کو پہنچے۔ جو ایمان کی گہرائیاں آپؐ کو تسلیم کرنے اور آپؐ کی اتباع کے ذریعے پھوٹتی ہیں یہ کسی غیر مسلم کو نصیب نہیں ہو سکتیں۔

ایمان جتنا وسیع، گہرا اور کامل تر ہوتا چلا جاتا ہے عمل بھی اتنا ہی صالح سے صالح تر ہوتا جاتا ہے اور عبد و معبود کا رشتہ محکم تر ہوتا چلا جاتا ہے یہی ایک کافر اور مومن کے عمل کے درمیان فرق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روح تسلیم رکھنے والے کافر سے روح تسلیم رکھنے والے مومن کا مقام بلند ہوتا ہے اور اسی مقامِ بلند کی وجہ سے جنت میں اس کا درجہ بھی کافر سے بلند تر ہوتا ہے اور یہ بھی ہے کہ جنت کا وعدہ اللہ نے صاحبان ایمان سے کیا ہے جنت کافروں کے نیک اعمال کا نتیجہ نہیں ہے، مومنین کے نیک اعمال کا نتیجہ ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دین حق کسی ایک وقت میں ایک ہی ہوتا ہے آج کے دور میں آنحضرتؐ پر ایمان کے ساتھ ہی دین اپنی کامل حقانیت تک پہنچتا ہے اور اس سارے نظام عبادات و احکام کے ساتھ دین اپنے کمال تک رسائی حاصل کرتا ہے اور ان حقائق و کمالات سے وہ شخص محروم رہتا ہے جو آپؐ کی ذات پر ایمان نہیں رکھتا۔ گویا آپؐ پر کامل ایمان ہی میں انسانیت کی معراج کا راز پوشیدہ ہے۔ علاوہ ازیں کسی شخص کے بارے میں جب یہ معلوم ہو جائے کہ اُس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو یہ دعویٰ سارے انسانوں کے لیے ایک امتحان بھی بن جاتا ہے۔

اگر دعویٰ کرنے والا اس دعوے میں سچا ہے اور اس کا سچ کسی شخص پر ثابت ہو جاتا ہے تو پھر اس کا انکار کرنا ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں اور جیسا کہ ہم نے کہا کہ یہ ہٹ دھرمی ہی ہے جو کسی شخص کو حقیقی معنی میں کافر بناتی ہے نیز کسی انسان کے لیے یہ روا نہیں کہ جب اسے معلوم ہو جائے کہ کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو وہ اس سے صرف نظر کرے کیونکہ یہ بہت بڑا دعویٰ ہے اور اپنی عظمت کے اعتبار سے مخاطب کو معرض امتحان میں ڈال دیتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ فقط نبوت کا دعویٰ کیا بلکہ اپنے خاتم النبیین ہونے کا بھی اعلان کیا اس اعتبار سے قرآن حکیم اللہ کی آخری نازل کردہ کتاب ہے لہٰذا جس جس تک یہ خبر پہنچے اُس اُس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی حقیقت کا سراغ لگائے اور اس سے بے نیاز نہ رہے۔ درجہ بدرجہ یہی صورت حال دیگر اہم حقائق کے تسلیم کرنے یا نہ کرنے کی بھی ہے۔ جیسا کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ایک روایت میں اشارہ کیا گیا ہے:

عن اسحاق ابن راهویه قال لما وافی ابو الحسن الرضا علیه السلام نیسابور و ـ ـ ـ ـ وقال سمعت ابی موسی بن جعفر یقول سمعت ابی جعفر بن محمد یقول سمعت ابی محمد بن علی یقول سمعت ابی علی بن الحسین یقول سمعت ابی الحسین بن علی یقول سمعت ابی امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیهم السلام یقول سمعت رسول الله(ص) یقول سمعت جبرئیل(ع) یقول سمعت الله عزوجل یقول لا اله الا الله حصنی فمن دخل حصنی امن عذابی فلما مرت الراحلة نادانا بشروطها وانا من شروطها۔ (24)

اس حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے:

یعنی: ''اسحاق ابن راھویہ کہتے ہیں جب امام رضاؑ مامون کی طرف جاتے ہوئے نیشاپور سے گزرے تو لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے اور عرض کیا: اے رسول خداؐ کے بیٹے! آپ ہمارے پاس سے گزرے لیکن ایسی کوئی حدیث بیان نہیں کی جس سے ہم فائدہ اٹھائیں آپ اس وقت عماری میں بیٹھے

ہوئے تھے۔آپ نے اپنا سر باہر نکالا اور فرمایا: میں نے اپنے والد موسیٰ ابن جعفر سے سنا انھوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد جعفر بن محمد سے سنا انھوں نے فرمایا کہ میں اپنے والد محمد بن علی سے سنا انھوں نے فرمایا میں اپنے والد علی ابن الحسین سے سنا انھوں نے فرمایا میں نے اپنے والد حسین بن علیؑ سے سنا انھوں نے فرمایا: میں نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے سنا انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا آپ فرماتے ہیں کہ میں نے جبرئیل سے سنا انھوں نے خدا سے سنا کہ وہ فرماتا ہے لا الہ الااللہ میرا قلعہ ہے جو اس میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے بچ گیا۔ پھر آپ کچھ آگے چلے اور ہمیں بلا کر فرمایا لیکن اس کی کچھ شرائط ہیں اور میں ان شرائط میں سے ایک ہوں۔

البتہ مسلمان اور مومن کو بھی چاہیے کہ اپنے ایمان اور نیک اعمال کی حفاظت کرے کہ کہیں کسی برے عمل کی وجہ سے وہ ضائع نہ ہو جائیں۔ یقین جانیے شفاعت بھی انہی کی ہو گی جو لائق شفاعت ہوں گے۔ شفاعت کے نظریے کے تحت مت اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ کریں۔ ہم صدیوں سے دوسروں پر انگشت اٹھارہے ہیں کہ فلاں ایسا تھا اور فلاں ایسا ہے۔ ہم اپنے گریباں میں جھانک کر دیکھیں کہ ہم کیسے ہیں۔

"اوروں کا احتساب تو کرتے ہیں روز روز آؤ کہ آج اپنے گریباں میں جھانک لیں "

ہم گزرے ہوئے لوگوں پر تنقید کرتے ہیں۔ وہ امت تھی گزر گئی ان کا حساب کتاب بھی ہو گیا۔ ہم سے ہمارے بارے پوچھا جائے گا ارشاد باریٰ تعالیٰ ہے:

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ (25)

یعنی؛ " وہ ایک امت تھی جو گزر گئی جو اس نے کمایا وہ اس کے لیے ہے اور جو تم کماؤ گے وہ تمھارے لیے ہے اور تمھیں ان کی کار گزاریوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔"

زیر بحث موضوع کے حوالے سے چند مزید پہلو بھی لائق تحقیق ہیں تاہم مقالے کی طوالت کے پیش نظر انھیں آئندہ پر اٹھا رکھتے ہیں۔

*****

حوالہ جات

1۔ بقرہ: ۸۰۔۸۲

2۔ بقرہ: ۱۱۱و۱۱۲

3۔ آل عمران: ۸۵

4۔ بقرہ: ۱۱۲

5۔ بنی اسرائیل ۱۸تا۲۰

6۔ شعراء: ۸۹

7۔ محمد: ۹

8۔ حجرات: ۲

9۔ بقرہ: ۲۶۴

10۔ محمد بن یزید قزوینی، سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۱۴۰۸، ح ۴۲۱۰

11۔ شیخ طوسی، المبسوط، ج ۳، ص ۳۰۷ و مسلم نیشاپوری، صحیح مسلم، ج ۸، ص ۸

12۔ شیخ صدوق، امالی، ص ۵۱۵ نیز مجلسی، بحار الانوار، ج ۲۷، ص ۲۵۸

13۔ امام صادقؑ نے فرمایا:

اذا اتهم المومن اخاہ انماث الایمان من قلبہ کماینماث الملح فی الماء۔۔۔

یعنی: ”جب کوئی مومن اپنے بھائی پر تہمت لگاتا ہے توایمان اس کے قلب سے ایسے زائل ہو جاتا ہے جیسے پانی میں نمک زائل ہو جاتا ہے۔“ (کلینی،کافی،ج۳،ص۳۶۱)

14۔احمد بن حنبل، مسند احمد،ج۵،ص۳۹۱

15۔ کلینی،کافی،ج۲،ص۱۶۹، باب حق المومن،ح۲

16۔احمد برقی، المحاسن،ج۱،ص۴۸۵ نیز بخاری، صحیح بخاری،ج۷،ص۱۸۶

17۔آل عمران: ۱۸۶۴۔

18۔مائدہ:۶۹

19۔ سورہ نور:۳۹و۴۰

20۔ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، ج۱،ص۵۱ نیز احمد ابن حنبل، مسند احمد، ج۴، ص۳۴۱

21۔نساء:۴۸

22۔ فاطر:۱۰

23۔وسائل الشیعہ جلد۱،جزاول، صفحہ ۹۰

24۔ شیخ صدوق، الامالی (قم، مرکز الطباعۃ والنشر فی مؤسسۃ البعثۃ، طبع اول،۱۴۱۷ھ) ص۳۰۶،ح۳۴۹

25۔بقرہ:۱۴۱